ZAUQ-E-TAHQEEQ
www.Zauq-e-Tahqeeq.com
editor@zauq-e-tahqeeq.com
ISSN PRINT: 2789-8776
ISSN ONLINE:2789-8784
Volume.8,Issue No.2 (2026)
(April to June)

طنز و مزاح کے فنی اسالیب اور اظہار کی صورتیں

The Artistic Forms and Styles of Expression in Satire and Humor

سمیرا مقبول
پی ایچ۔ڈی اسکالر بہاءالدین زکریا یونیورسٹی، ملتان
ڈاکٹر فرزانہ کوکب
صدر شعبہ اُردو بہاءالدین زکریا یونیورسٹی، ملتان

Sumaira Maqbool
Ph.D. Scholar, Department of Urdu, BZ University, Multan
Dr. Farzana Koukab
Head, Department of Urdu BZ University, Multan

Article Details
Received:
May 21, 2026
Accepted:
June 20, 2026
Online Published:
June 30, 2026

Copyright: © 2026 by the authors. This is an open-access article distributed under the terms and conditions of the Creative Common Attribution (CC BY) license

Abstract: The artistic expression of satire and humor encompasses diverse styles and forms that hold fundamental importance. These include pleasantry, comedy, paradox, wit, humorous situation, humorous character, fantasy, parody, burlesque, black comedy, subtle humor, double entendre, ludicrous humor, irony, dramatic irony, reproach and pictorial satire. An examination of their meanings, artistic characteristics, and modes of expression illuminates the structure and literary significance of satire and humor. The development of these forms in Eastern and Western literary traditions has transformed satire and humor from mere entertainment into an effective means of expressing human behavior, social inequalities, and cultural values.

Key words: Satire, Humor, Artistic Styles, Modes of Expression, Pleasantry, Comedy, Fantasy, Parody

مشرقی و مغربی مزاحیہ ادب کا بالاستیعاب مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ مشرق و مغرب کے نظریات کے درمیان بعد المشرقین پایا جاتا ہے یعنی ادبیات مشرق میں مزاح کا جو تصور موجود ہے، اُس میں تفریحی پہلو کو زیادہ قابل لحاظ سمجھا گیا ہے۔ اس رجحان کی اساسی وجہ ہمارے ہاں کا وہ روایتی بادشاہی نظام ہے، جس میں مسخروں، بہروپیوں اور نقالوں کو شاہی دربار میں خاص مقام حاصل تھا۔ اسی مخصوص ماحول میں ہمارا مزاح پروان چڑھا اور اس میں تفریحی و لفظی مزاح کو نمایاں حیثیت حاصل ہوئی۔ چوں کہ یہ درباری مسخرے، بہروپیے اور نقال گفتگو اور لفظی ہیر پھیر کے مرد میدان تھے، اس لیے اُن کا مزاح لفظی بازی گری کے گنبد سے باہر نہ نکل سکا۔ اس کے برعکس مغرب کے مزاح نگاروں کے ہاں پھبتیاں کسنے کے بجائے سماجی و تہذیبی اصلاح کو ہمیشہ پیش نظر رکھا گیا۔ چوں کہ مغربی معاشرہ سنجیدہ اور متعین صفات کا حامل رہا ہے، اس لیے اس معاشرے کی خلقی کم گوئی نے اُن کی مزاح نگاری کو تہذیب و شائستگی کی حدود سے باہر نہیں نکلنے دیا۔ یہی وجہ ہے کہ مغرب کے مزاح نویسوں نے مزاح کے باطنی پہلوؤں کو زیادہ قدر کی نگاہ سے دیکھا ہے۔

نتیجہ معلوم اُن کے ہاں لفظی مزاح سے کہیں زیادہ تہذیب و اخلاق کی اصلاح اور مزاح کی اہمیت وافادیت پر زور دیا گیا ہے، جس کی وجہ سے ان کے ہاں مزاح کے ضمن میں نئے نئے اسالیب نے جنم لیا۔

(۱) مزاح کی مختلف اشکال

مزاح کی مختلف اشکال ذیل میں پیش ہیں:

Pleasantry ظرافت

ظرافت عربی زبان کا لفظ ہے، جس کے معنی زیرکی، دانائی اور خوش طبعی کے ہیں۔ عام طور پر مزاح اور ظرافت کو ہم معنی اور ایک دوسرے کے متبادل کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے، جو قطعاً درست نہیں۔ انگریزی میں مزاح کے لیے "Humour"، جب کہ ظرافت کے لیے "Pleasantry" کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ ظرافت میں خوش طبعی کے ساتھ ذہنی چاشنی اور جودت طبع کے اوصاف بھی شامل ہوتے ہیں، جن کی بدولت چہرے کے پٹھوں میں شگفتگی آجاتی ہے اور سننے والا بے اختیار ہنس پڑتا ہے۔

> "گویا ہر وہ بات یا عمل، جس سے قاری کی حس مزاح میں ارتعاش پیدا ہو، وہ ظرافت کا حصہ ہے۔ محکم ہے کہ ظرافت کا دائرہ وقتی فرحت و انبساط اور بے ضرر دل لگی تک محدود ہوتا ہے"۔(۱)

'مزاح' اور 'ظرافت' دونوں کا آپس میں اس قدر قریبی تعلق ہے کہ ان دونوں میں فرق واضح کرنا انتہائی مشکل امر ہے، تاہم پھر بھی بعض اہل علم حضرات نے ان دونوں میں موہوم سے بُعد کا پتہ چلایا ہے، جسے کسی حد تک محض محسوس کیا جا سکتا ہے گویا جہاں ظرافت ایک خاص معیار کی حامل ہوتی ہے، وہاں وہ مزاح کی حدود میں داخل ہو جاتی ہے، لیکن اگر ظرافت اپنے مقررہ معیار سے ذرا نیچے گر جائے تو شاعری کی زبان میں ہزل یا ہجو کا روپ دھار لیتی ہے اور بالفرض اس درجہ سے بھی سطحی ہو جائے تو فحاشی، عریانی اور پھکڑ پن کی ذیل میں داخل ہو جاتی ہے۔ یہ تسلیم کہ ظرافت ہر مضحک رویے کے باطن میں موجود ضرور ہوتی ہے، مگر حالات و واقعات اور معیار و درجات کے مطابق اس کا نام تبدیل ہو جاتا ہے، تاہم یہ بات مسلمہ ہے:

> "نظم ہو یا نثر اس کی اصل روح لطافت و ظرافت ہی میں مضمر ہے اور لطافت و ظرافت کے بغیر نظم و نثر دونوں خشک اور بدمزہ ہو جاتے ہیں"۔(۲)

گویا ہر وہ بات یا عمل جس سے قاری، سامع یا ناظر کی حس مزاح حرکت میں آجائے، وہ ظرافت کے زمرے میں داخل ہے۔

طربیہ: Comedy

Comedy یونانی زبان کے لفظ "Comes" سے مشتق ہے، جس کے معنی رنگ رلیاں یا جشن منانا کے ہیں۔ اُردو میں Comedy کے لیے طربیہ کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ ہمارے ہاں علامہ نیاز فتح پوری نے اس کے لیے انبساطیہ کا لفظ مستعمل کرنے کی کوشش کی مگر یہ لفظ محض انھی کی تحریروں تک محدود رہا اور اس کا چلن عام نہ ہو سکا۔

> "طربیہ ڈرامے کی ایک ایسی قسم ہے جس میں زندگی کی کلفتوں اور آلام و افکار کو ہلکے پھلکے انداز میں پیش کر کے زندگی کی تلخیوں کو ہنسی کی مٹھاس میں تبدیل کرنے کی سعی کی جاتی ہے"۔(۳)

تاہم جنگ اور محبت ایسے بار آور موضوعات کے جلو میں سنجیدہ موضوعات بھی طربیہ کا حصہ ہوتے ہیں، لیکن طربیہ کے لیے لازم ہے کہ اس میں ہنسنے ہنسانے کا چلن موجود ہو۔ مزید یہ کہ طربیہ میں پائے جانے والے طنز و مزاح کے لیے فکر انگیز ہونا بھی ضروری ہے، یعنی طربیہ میں ہنسی مذاق بھی کچھ ہوتا ہے مگر یہ سارا عمل فکر انگیزی سے خالی نہیں ہوتا۔ اس قسم کے ڈرامے کا انجام بالعموم پھولوں کی طرح شگفتہ ہوتا ہے۔

قول محال:Paradox

قول محال انگریزی زبان کے لفظ Paradox کا اُردو ترجمہ ہے، جو یونانی زبان کے لفظ Paradox an" سے مشتق ہے، یعنی ایسا بیان جو بہ ظاہر مہمل ہو لیکن در حقیقت صحیح ہو، اصطلاح میں اُسے قول محال کہتے ہیں۔ بعض لوگ قول محال کے لیے اتحاد ضدین کی اصطلاح بھی استعمال کرتے ہیں۔ قول محال سے مراد دراصل وہ مضمون ہے، جو طے شدہ (Confirmed) تصور کے برعکس ہو، جیسے انگریزی میں Less Speed اور اُردو میں طویل مختصر افسانہ وغیرہ۔ قول محال کی مختلف صورتیں انگریزی، عربی، فارسی اور ادبیات اُردو میں بکثرت ملتی ہیں۔ شاعرانہ صنعت کی حیثیت سے قول محال کا وجود اُردو شاعری میں غالب (1797ء۔1869ء) سے پہلے تقریبا ناپید دکھائی دیتا ہے۔ قول محال کی ایک مثال ملاحظہ کیجیے

کیا　وہ　نمرود　کی　خدائی　تھی
بندگی　میں　مرا　بھلا　نہ　ہوا　(۴)

بذلہ سنجی:Wit

اُردو میں بذلہ سنجی کی اصطلاح کے لیے نکتہ آفرینی اور ذکاوت کے الفاظ بھی استعمال کیے جاتے ہیں۔ بذلہ سنجی جس کے لیے انگریزی میں "wit" کا لفظ مستعمل ہے، دراصل ایک اعلیٰ و ارفع نوعیت کا مزاح ہے، جس میں طنز کی شدید کاٹ کے بجائے ذہانت کی برقی رو اور شعور کی سیمابیت جلوہ فگن ہوتی ہے۔ بہ الفاظ دیگر خوش طبعی، حاضر جوابی، شیریں بیانی اور لطافت و ظرافت کا مجموعہ بذلہ بھی کہلاتا ہے، تاہم واضح رہے کہ اس میں سنجیدگی و متانت کا پہلو ہمیشہ نمایاں رہتا ہے۔ گویا سجدہ تحریر و تقریر میں اگر یک لخت کوئی ایسی چلچلاتی بات یا نکتہ آجائے، جو قاری کو مسکراہٹ کے ساتھ ساتھ تفکر پر بھی مجبور کر دے تو اسے بذلہ سنجی سے تعبیر کیا جاتا ہے، بہ غرض تفہیم کہا جاسکتا ہے کہ تفکر اور حیرانی کی کوکھ سے بذلہ سنجی کا جنم ہوتا ہے۔ عام مفہوم میں اسے حاضر جوابی یا برجستہ گوئی کا نام بھی دیا جاسکتا ہے۔

> "بذلہ سنجی ایک طرح سے شائستہ و مہذب دینی تفریح کا نام ہے، جس کے ذریعے قاری کو ہنسی کی سوغات ہدیہ کی جاتی ہے۔ یہ تفریح زندگی کی ناآسودگیوں اور تلخیوں سے انسان کو فرحت و انبساط کی دولت فراہم کرتی ہے۔ حقیقی معنوں میں بذلہ سنجی مزاح کا ایک دانش مندانہ اظہار ہے"۔(۵)

انگریزی میں جوناتھن سوئفٹ (Jonathan Swift) (۱۹۶۷۔۱۷۳۵ء) اور اُردو میں پطرس بخاری (۱۸۹۸ء۔۱۹۵۸ء) کے مضامین بذلہ سنجی کی بہترین مثالیں ہیں۔

صورتِ واقعہ، مزاحیہ صورت حال، بوالعجبی:Humorous Situation

مزاح نگاری کے دیگر وسیلوں کی معیت میں مزاحیہ صورت حال سے مزاح پیدا کرنا نہ صرف کار دشوار ہے، بل کہ فنی مشق و ریاضت کا بھی مقتضی ہے۔ چوں کہ روز مرہ زندگی میں وقوع پذیر ہونے والے غیر اہم یا معمولی واقعات و معاملات کو عمیق نظری سے مشاہدہ کر کے ان واقعات کو قدرتی حسن ترتیب کے ساتھ قارئین کے سامنے ایسے پیش کرنا کہ ان واقعات کے بیان میں مزاح کے پھول کھلیں، ایک مشکل کام ہے، مگر مزاح نگار کمال ہنر مندی سے اس خدمت کو انجام دیتا ہے۔ اس امر میں بعض اوقات مصنف خود ایک کردار کی صورت میں اپنی ذات کو بھی شامل کر لیتا ہے۔ اس ضمن میں پطرس کے مضامین مرید پور کا پیر" اور "مرحوم کی یاد میں کو بہ طور نظیر پیش کیا جا سکتا ہے۔

مزاحیہ کردار Humorous Character

کسی بھی افسانوی و معاشرتی تحریر میں کرداروں کا وجود از ضحد ناگزیر ہوتا ہے۔ مصنف اپنی سوچ یا اپنے پیغام کو کرداروں کے طفیل ہی قارئین تک پہنچاتا ہے۔ رنگا رنگ خصوصیات کے حامل یہ کردار قاری کی دل بستگی کا سامان کرتے ہیں۔ مصنف تفریح طبع کی غرض سے اپنی تخلیقات میں ایسے کردار تخلیق کرتا ہے، جو اپنی سیرت و کردار کی بعض خوبیوں اور صفات سے خندہ آور یا مضحکہ خیز صورت اختیار کر جاتے ہیں، ایسے ہی کرداروں کو مزاحیہ کردار کہا جاتا ہے۔ مزاحیہ کردار میں ایک عام انسان کی طرح لچک کا فقدان ہوتا ہے، وہ اس لیے کہ ایک عام انسان اپنی حرکات و سکنات کو ماحول اور حالات کی ضرورت کے مطابق سمجھوتہ کرنے پر آمادہ کر لیتا ہے، مگر ایک مزاحیہ کردار خود کو ماحول کے ساتھ ہم آہنگ نہیں کر پاتا اور یہی چیز ہنسی و ظرافت کا محرک بنتی ہے۔

مصنف اپنے محبوب کرداروں کی بنت (Craftsmanship) میں اپنی پوری توانائی صرف کرتا ہے، تاکہ وہ اپنے کرداروں کو زندہ جاوید بنا سکے۔ مزاحیہ نثر میں ہمارے ہاں بے شمار اعلیٰ سطح کے کردار ملتے ہیں، جن میں سے بعض کا نام تو ضرب المثل کا درجہ اختیار کر چکا ہے۔ ان کرداروں میں رتن ناتھ سرشار (1846ء۔1903ء) کا خوجی، مولوی نذیر احمد (1830-1912ء) کا مرزا ظاہر دار بیگ، شفیق الرحمن (1920ء۔2000ء) کا شیطان، محمد خالد اختر (1920-2002ء) کا چاچا عبد الباقی، سید امتیاز علی تاج (1900-1970ء) کا چاچا چھکن مشتاق احمد یوسفی (1923ء-2018ء) کا مرزا عبد الودود اور پروفیسر قاضی عبد القدوس ایسے کردار خاص اہمیت کے حامل ہیں۔ اسی طرح عمرو عیار، ملا نصیر الدین اور شیخ چلی بھی اہم کرداروں کی ذیل میں شامل ہیں۔

فینٹسی Fantasy

"فینٹسی" کا لغوی مفہوم تصور اور تخیل ہے۔ یہ لفظ خواب، خیال، غیر حقیقی، غیر اصل، غیر منطقی اور عجیب و غریب کے معنی بھی دیتا ہے۔ نفسیاتی اصطلاح میں اسے بے مہار تخیل کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے، گویا خیالی تصویر میں بنانے کی صلاحیت فینٹسی کہلاتی ہے۔ The Faerie Queene" اس کی بہترین مثال ہے فینٹسی جہاں ایک صنف کے درجے پر فائز ہے، وہاں یہ مزاح پیدا کرنے کا ایک کامیاب ذریعہ بھی ہے فینٹسی میں مصنف وقت کا پردہ استعمال کرتا ہے۔

> "فینٹسی در اصل کی ایسی تحریر کو کہتے ہیں، جس میں لکھنے والا اپنے مشاہدے کی طاقت اور تخلیہ آمیزی کے ذریعے کبھی ماضی کو حال میں کبھی مستقبل کو حال میں اور کبھی ماضی و مستقبل دونوں کو حال میں گھسیٹ لاتا ہے یعنی عمر رفتہ کو آواز دے کر حال کے روبرو لا کھڑ کرنا فینٹسی کا کام ہے فینٹسی کو لکھاری کے خوابوں کی دنیا بھی کہا جا سکتا ہے، گویا فرضی زمانے کا ماحول پیش کر کے مزاح پیدا کرنا فینٹسی کہلاتا ہے"۔(۶)

اُردو میں اس کے ابتدائی نمونے ہمیں محمد حسین آزاد (1830-1914ء) کے ہاں انسان کسی حال میں خوش نہیں رہتا اور شہرت عام اور بقائے دوام کا دربار کے ضمن میں ملتے ہیں۔ اُردو شاعری میں فینٹسی کا باکمال نمونہ اقبال (1877-1938ء) کی جاوید نامہ (1932ء) کو قرار دیا جا سکتا ہے، جس میں اقبال خواب کی سی کیفیت میں مولانا روم (1207-1273) کے ساتھ آسمان کی سیر کرتے ہوئے تاریخ کی سرکردہ شخصیات سے مکالمہ کرتے ہیں۔ حجاب امتیاز علی (1908ء-1999ء) کا پاگل خانہ (1980ء)، کرشن چندر (1914ء۔1977ء) کا گدھے کی سرگذشت (1956ء) اور گدھے کی واپسی (1962) نسیم حجازی (1914-1992ء) کا سو سال بعد (1946ء) محمد خالد اختر (1920-2002ء) کا میں سو گیارہ (1950ء) احمد عقیل روبی (1940ء2014) کا ناول "چوتھی دنیا" (1996) اور عطاء الحق قاسمی (پ-1943ء) کا غیر ملکی سیاح کا سفر نامہ لاہور (2009ء) فینٹسی کی یادگار مثالیں ہیں۔

پیروڈی یا تحریف: Parody

پیروڈی (Parody) انگریزی زبان کا لفظ ہے، جو یونانی زبان کے لفظ پیروڈیا سے ماخوذ ہے۔ اُردو میں اس کے لیے تحریف کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں اسے لفظی نقالی یا خاکہ اُڑانا بھی کہہ سکتے ہیں۔ تحریف عربی زبان کا لفظ ہے، جس کے معنی کسی چیز کو اس کی اصل حالت سے تبدیل کرنا یا جوابی نغمہ کے ہیں لیکن طارق کلیم کا کہنا ہے کہ اُردو میں پیروڈی کے متبادل جو تحریف کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے، کسی صورت بھی درست نہیں، اس لیے قبول کی گئی دیگر انگریزی اصطلاحات کی طرح پیروڈی کے لفظ کو ہو بہو اپنا لینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ تحریف میں الفاظ کے الٹ پھیر سے نئے معنی و مفاہیم اخذ کیے جاتے ہیں، جو مضحک صورت حال کو جنم دیتے ہیں۔

> "تحریف سے مراد کسی بھی نثری و شعری نمونے میں خفیف سا تغیر و تصرف یا کتر بیونت اس انداز سے کرنا کہ اس کے معنی و مفہوم میں دل چسپ تبدیلی واقع ہو جائے۔ ایک طرح سے اصل تخلیق کی پیروڈی لکھنے سے اُس کی پذیرائی بھی مقصود ہوتی ہے"۔(۷)

دوسرے لفظوں میں تحریف کو مضحکہ خیز تصرف بھی کہا جا سکتا ہے۔ شعر، مصرے یا نثری ٹکڑے کے علاوہ یہ تبدیلی قواعدِ زبان، اسلوب، اندازِ نظر اور لب و لہجے کے ذریعے بھی ہو سکتی ہے، تاہم یہ تصرف انتہائی ہوشیاری، دانائی اور پختہ ذہنی کا تقاضا کرتا ہے۔ مختصر طور پر تحریف سے مراد کسی مصنف کے موضوع، اسلوب اور آہنگ کی مضحک نقل ہے۔ ادب کی دنیا میں تحریف کی وہی حیثیت ہے، جو مصوری کی دنیا میں کارٹون یا کیری کچر کو حاصل ہے۔

پیروڈی بلاشبہ ایک مشکل فن ہے، بالخصوص نثری پیروڈی لکھنا تو گویا تنے ہوئے رستے پر چلنے کا نام ہے۔ شاعری میں تو کسی شعر یا مصرعے کے ایک آدھ لفظ کو تبدیل کر کے پیروڈی کا عمل سرانجام دیا جا سکتا ہے، تاہم نثر میں پیروڈی کرنا خاصا مشکل کام ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نثر میں تحریف کی مقدار نظم کے مقابلے میں بہت کم ہے۔ چوں کہ پیروڈی کو اُردو میں وارد ہوئے کچھ زیادہ عرصہ نہیں گزرا، اس لیے اُردو ادبیات میں تاحال اس کے کوئی واضح اور مسلمہ اصول بھی مرتب نہیں ہوئے، تاہم تحریف کی بنیادی شرط یہ ہے کہ کسی اہم اور زبان زدِ عام شعری و نثری فن پارے کی جائے اور یہ کام اس قدر سلیقے سے سرانجام دینا چاہیے کہ تحریف شدہ ٹکڑا بھی فن پارے کی حیثیت برقرار رکھے۔ اس سے فن پارے میں سنجیدگی کی جگہ تفنن طبع کا سامان پیدا ہو جاتا ہے۔ علاوہ ازیں اس سے اصلاح کا کام بھی لیا جاتا ہے۔ اس میں کسی سنجیدہ مضمون یا بات کو مزاح میں بدل دیا جاتا ہے، یعنی اس میں مصنف یا شاعر کی کسی بات یا خیال کو غلط

انداز میں اپنی منشا کے مطابق تبدیل کر دیا جاتا ہے۔ کبھی کبھی تو یہ عمل مزاحیہ تنقید کا نمونہ پیش کرنے لگتا ہے۔ انیسویں صدی تحریف کے عروج کا زمانہ ہے۔ فی زمانہ بھی مزاح کی دیگر انواع کے مقابلے میں تحریف سب سے مقبول مزاحیہ صنف ہے۔

تقلیب خندہ آور: Burlesque

تقلیب خندہ آور "یا" برلیسک کا براہ راست تعلق مزاحیہ سٹیج ڈرامے سے ہے۔ گویا کسی ڈرامے غنائیے یا اوپیرا کی ایسی پُر غلو نقل، جس پر استہزا کا گمان ہو، تقلیب خندہ آور یا برلیسک کہلاتی ہے، جس کے معنی اضحوکہ اور خندہ زنی کے ہیں، جب کہ اس کے اصطلاحی معنی بناوٹی متانت کے ساتھ مسخرگی کرنا کے ہیں۔ تقلیب خندہ آور یا برلیسک کو استہزائیہ نقالی کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ استہزائیہ نگار نقالی کے ذریعے کسی شخص کے طور اطوار کی کمیوں اور کوتاہیوں کا ملامت آمیز تمسخر اڑاتا ہے۔ اس قسم کے مزاح کا ہدف کوئی فرد، چیز یا کوئی معروف و غیر معروف تصنیف یا اُس کا اسلوب نگارش بھی ہو سکتا ہے۔

> "تقلیب خندہ آور کے پس پشت سماجی یا مذہبی اختلافات اور معاصرانہ چشمک ایسی وجوہ بھی ہو سکتی ہیں۔ تحریف چوں کہ الفاظ و تراکیب یا شعری و نثری ٹکڑوں میں رد و بدل کا نام ہے لیکن اگر کسی بڑے شاعر یا ادیب کے لہجے، خیال، اسلوب یا نظریے کی تحریف کی جائے تو یہ تقلیب خندہ آور کی سرحد میں داخل ہو جاتی ہے، یعنی تحریف کے برعکس تقلیب خندہ آور کا دائرہ کہیں زیادہ وسیع اور زور دار ہوتا ہے۔ اس میں طبقہ امرا کو پست ترین اور غربا کو اعلیٰ ترین انداز میں پیش کر کے ضیافت قلب و ذہن کا سامان فراہم کیا جاتا ہے"۔
>
> (۸)

اس ضمن میں چراغ حسن حسرت (1907-1955ء) کی پنجاب کا جغرافیہ شفیق الرحمن (1920-2000ء) کی ترک نادری، ابن انشا (1927ء1978ء) کی اُردو کی آخری کتاب احمد جمال پاشا (1929-1987ء) کی کپور کا فن، محمد خالد اختر (1920-2002) کی مکاتیب خضر (1989ء) اور ڈاکٹر انور سدید (1928ء-2016ء) کی غالب کے نئے خطوط ایسی تخلیقات کو بہ طور نظیر پیش کیا جا سکتا ہے۔

کالا طربیہ: Black Comedy

وہ طربیہ جو موت، ناکامی، بیماری اور اذیت ناک کیفیات پر سنجیدگی سے غور و فکر کرنے کے بجائے یک لخت ہنسی کا باعث بنے، اصطلاح میں اُسے کالا طربیہ "کہا جاتا ہے۔ کالا طربیہ کی ترکیب اول اول ایک فرانسیسی ڈراما نگار جین اے نوئی (Jean Anouil 1910 ۔ 1987ء) نے استعمال کی۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ ترکیب فرانسیسی شاعر اندرے بریتوں (Ardre Breton 1896ء-1926ء) کے انتخاب کالے مزاح کی انتھالوجی (1940ء) سے ماخوذ ہے، جس میں درد انگیز، ڈراؤنی اور دہشت زدہ صورت حال کو پیش کیا گیا ہے۔

> "اس نوع کے ڈرامے کلبیت (Cynicism)، یاسیت (Passivism) اور بے ہودہ گفتگو سے مملو ہوتے ہیں۔ اس طرح کے ڈراموں میں بد قسمتی اور نا قابل فہم طاقتوں کی بالا دستی اور مخالف صورت حال کا مقابلہ کرنے میں انسان کی نااہلی کو نمایاں کر کے دکھایا جاتا ہے"۔(۹)

بنیادی طور پر کالا طربیہ ایک ایسے ڈرامے کو کہا جاتا ہے، جس میں سماجی اور اخلاقی اعلیٰ اقدار و روایات پر سے یقین اُٹھ جانے کی صورت حال اور کیفیات کو پیش کیا جاتا ہے۔ اس میں زندگی پر یقین نہ رکھنے والے کرداروں کی نفسیات کو مد نظر رکھ کر کہانی کا تانا بانا تیار کیا جاتا ہے۔ ان دیکھی اور ان جانی طاقتیں مسلسل ان کرداروں کو اپنی گرفت میں جکڑے رکھتی ہیں۔ تری داور تذبذب کی کیفیات ان کے دل دماغ پر مسلسل چھائی رہتی ہیں، گویا ان کرداروں کے حالاتِ زندگی قسمت اور اتفاقات زمانہ اپنی مرضی سے آگے بڑھتے ہیں، یعنی جب کوئی چیز کسی کے بس میں نہ ہو اور حالات کی سختیوں سے مفر کا کوئی چارہ بھی نہ رہے تو پھر رونے کے بجائے کیوں نہ مسکرایا جائے۔ ایسی صورت میں جو مزاج جنم لیتا ہے کم بخت انتہائی زہریلا کاٹ دار اور بے رحمانہ انداز کا حامل ہوتا ہے۔

خالص مزاح:Subtle Humour

خالص مزاح کو انگریزی میں Subtle Humoure" کہا جاتا ہے۔ اسے نازک مزاح کے نام سے بھی جانا جاتا ہے۔ یہ مزاح کی سب سے ارفع اور خالص ترین قسم ہے، جس میں طنز کا شائبہ تک موجود نہیں ہوتا۔ اس قسم کا مزاح کمال فنی ریاست کا تقاضا کرتا ہے۔ خالص مزاح کو پیدا کرنے کے لیے ایک خاص ذہنی کیفیت، باطنی انبساط اور شگفتگی و بشاشت کی ضرورت ہوتی ہے، تب کہیں جا کر خالص مزاح معرض وجود میں آتا ہے۔ اس بات میں کوئی دوسری رائے نہیں کہ اُردو ادب میں خالص مزاح نہایت کم ہے۔

> " خالص مزاح دراصل گھڑا گھڑایا گھسیٹا ہوا یا آورد کا حامل نہیں ہوتا اور نہ ہی اس میں تنقید و تنقیص اور حرف گیریوں سے کام لیا جاتا ہے، بل کہ شعری زبان میں اس کا مزاج آمد کے قریب اور بے ساختگی کا نمونہ پیش کرتا ہے، گویا خالص مزاح خوش طبعی، خوش کلامی اور خوش گفتاری کے بطن سے نمو پاتا ہے"۔(۱۰)

غالب (1797ء۔1869ء)، رشید احمد صدیقی (1892ء1977ء) پطرس (1898-1958ء)، اور ابن انشا (1927ء-1978ء) کے ہاں خالص مزاح کی بہ کثرت مثالیں ملتی ہیں۔ خاص طور پر خالص مزاح پیدا کرنے میں پطرس بخاری کو کمال حاصل ہے۔

لفظی ہیر پھیر: Double Entendre

ادیب اور شاعر جو لفظوں سے کھیلنے اور اُن کے مناسب دروبست سے بہ خوبی آگاہ ہوتے ہیں۔ اس مہارت کی بنیاد پر وہ لفظوں کو موقع محل کے مطابق استعمال میں لا کر اپنے ادبی مقاصد کا حصول ممکن بناتے ہیں۔ جہاں تک مزاح نگاروں کا تعلق ہے تو وہ الفاظ کی مدد سے ایسی بازی گری کرتے ہیں کہ پڑھنے والا انگشت بدنداں رہ جاتا ہے۔ مزاح کے دیگر حربوں میں لفظی ہیر پھیر کا ہنر بھی بہت اہمیت کا حامل ہے۔ مزاح نگار الفاظ و محاورات کے الٹ پھیر اور تکرار الفاظ سے دل چسپ صورت حال پیش کر کے مزاح کو فروغ دیتے ہیں۔

فکاہات:Ludicrose

'فکاہات' یا 'فکاہیات' لفظ نکاؤ کی جمع ہے، جس کے معنی زندہ دلی خوش طبعی، لطافت اور تازگی کے ہیں۔ فکاہات دراصل ان تمام اصطلاحات کا احاطہ کیے ہوئے ہے، جو طنز و مزاح کے معنی دیتی ہیں۔

> "خوشی و انبساط کے موضوع پر گفتگو، دل چسپ چٹکلے اور سادہ انداز میں ظرافت پیدا کرنا فکاہات کہلاتا ہے"۔(۱۱)

گویا سماجی خرابیوں اور ناہمواریوں پر شگفتہ اور مزاحیہ انداز میں قلم زدنی کرنا فکاہیہ کالم کی ذیل میں داخل ہے۔ اگر کالم مکمل ہو تو اُسے فکاہیہ کالم کہتے ہیں اور اگر کالم کے شذرات ہوں تو اُسے نکابیات کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اس کی مثالیں صرف نثر میں ملتی ہیں۔ اُردو صحافت میں عبدالمجید سالک (1894 - 1959ء)، مجید لاہوری (1913 - 1957ء)، مولانا چراغ حسن حسرت (1904 - 1955ء)، احمد ندیم قاسمی (1916-2006ء)، عطاء الحق قاسمی (پ-1930) مستنصر حسین تارڑ (پ1939ء)، ڈاکٹر اجمل نیازی (پ-1946ء) اور ڈاکٹر یونس بٹ (پ-1962ء) کے نام اہم جکاہیہ نگاروں کی فہرست میں شامل ہیں۔

(۱۱) طنز کے اماثل:

طنز کے اماثل میں طنز کی مندرجہ ذیل صورت میں پائی جاتی ہیں:

کم بیانی، رمز: Irony

کم بیانی یا رمز طنز کی ایک صورت ہونے کے باوجود اس کا طریقہ واردات طنز و دشنام سے یکسر جدا ہے۔ طنز میں انسانی رویوں کو مبالغے کے پیرائے میں بیان کیا جاتا ہے لیکن رمز کی اصلیت کم بیانی یعنی Under Statement" میں چھپی ہوئی ہوتی ہے۔ طنز میں اختلافی پہلو کی کاٹ واضح اور براہ راست ہوتی ہے، جب کہ رمز میں یہی چیز ذرا غور و فکر کرنے پر احاطہ فہم میں آتی ہے اور پڑھنے والے کو کہی گئی بات یا ناہمواری کا احساس دلا کر روپوش ہو جاتی ہے، گویا یہ طنز کی طرح جھنجھوڑنے کے بجائے تہذیب و شائستگی کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے قاری کے دل و دماغ میں موہوم سا احساس بیدار کرنے کا فن کم بیانی یا رمز کہلاتا ہے۔

بلیغیات: Quotes

"بلیغیات" کا تصور اُردو ادب میں کچھ زیادہ پرانا نہیں ہے۔ دراصل انگریزی ادب میں کوٹیشنز (Qoutations) کی صورت میں بلیغیات کا چلن قدیم زمانے سے چلا آرہا ہے۔ اسی طرح عربی ادبیات میں خلیل جبران (1883ء-1931ء) کے ہاں بھی بلیغیات کا رجحان ملتا ہے۔ بعینہٖ معروف دینی و علمی شخصیات کے اقوال و فرمودات بھی اس ذیل میں شامل کیے جاسکتے ہیں۔ اُردو شاعری میں فردیات کی صورت میں بلیغیات کا تصور ہماری شعری روایت کا ایک اہم حصہ رہا ہے، تاہم اُردو نثر میں اس کی مثالیں واصف علی واصف (1929، 1993ء) اور انگریزی زبان کے استاد ڈاکٹر عبدالحمید خیال کے ہاں بہ کثرت ملتی ہیں۔ مذکورہ دونوں طنازوں کے ہاں طنز کے نشتر بڑے تیکھے اور کاٹ دار ہیں۔ ڈاکٹر عبدالحمید خیال کے ہاں بلیغیات کی مثالیں ملاحظہ کیجیے:

> "جب کوئی بڑا پاکستانی مر جائے تو ہمارا قومی فرض ہے کہ ہم اُس کا جو مقبرہ تعمیر کریں اُس کی لوٹ کھسوٹ کے شایان شان ہو"۔ (۱۲)
>
> "دنیا بھر کے ڈاکو وہ کچھ نہیں لوٹ سکتے، جو قانونا لوٹا جاسکتا ہے"۔ (۱۳)

حضرت واصف علی واصف کی کتاب "کرن کرن سورج" (۱۹۸۴ء) میں بلیغیات کی چند مثالیں پیش ہیں:

> "غیر یقینی حالات پر تقریریں کرنے والے، کتنے یقین سے اپنے مکانوں کی تعمیر میں مصروف ہیں۔" (۱۴)
>
> "اس اندھے کا کیا علاج جو قدم قدم پر ٹھوکر کھاتا ہے اور اپنے آپ کو اندھا ماننے کے لیے تیار نہیں"۔ (۱۵)

ستم ظریفی:Tragedy

بہ حیثیت ایک ناظر کے جب ہم آئندہ وقوع پذیر ہونے والے واقعات یا تباہی و بربادی سے متعلق قبل از وقت آگاہ ہو جائیں مگر ڈرامے کے کردار پیش آمدہ واقعات سے لاعلم رہیں تو اس کیفیت کو ڈرامائی ستم ظریفی سے موسوم کیا جاتا ہے۔ مزید یہ کہ جب کسی ڈرامائی کردار کی زبان سے ادا ہونے والے الفاظ خود اسی پر الٹے پڑ جائیں، یعنی جب لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا کے مصداق صورت حال پیدا ہو جائے تو ایسے حالات میں ڈرامائی ستم ظریفی جنم لیتی ہے۔ ڈرامائی ستم ظریفی کے ابتدائی آثار یونانی ڈراموں میں دکھائی دیتے ہیں ۔ ازاں بعد ولیم شیکسپیئر (William Shakespear) (1563 - 1612) ، ہنری فیلڈنگ Henry) Fielding ۔1752۔1707) ، رچرڈ برنسلے شیریان (Richard Brinsley Sheridan(1751 1816 -) جین آسٹن Jane Austen(1775-1717) اراک Honore de Balzac(1799 -1850) اور تھامس ہاری (Thomas Hardy)(1840 -1928ء) ایسے بعض ناول نگاروں کے ہاں بھی ڈرامائی ستم ظریفی کا اظہار ملتا ہے۔ اسی طرح ڈرامار ستم و سہراب میں قارئین رستم و سہراب کے اصل رشتے سے بہ خوبی آگاہ ہوتے ہیں لیکن ان دونوں کرداروں کو اس حقیقت کا مطلق علم نہیں ہوتا، یہی بے خبری ان دونوں کرداروں کو ستم ظریفی کے دوراہے پر لا کھڑا کرتی ہے۔

تعریض و تنقیص :Reproach Moch

تعریض دراصل کنایہ کی انتہائی صورت کا نام ہے۔ کنایے کی اس سطح کو سمجھنے کے لیے اعلیٰ درجے کی ذہانت کی ضرورت ہوتی ہے۔ بنیادی طور پر اشارے کنائے میں کسی کے عیب کو ظاہر کرنا تعریض کہلاتا ہے۔ اسے تجاہل عارفانہ بھی کہا جا سکتا ہے، یعنی راز کا راز رہے اور سمجھنے والا سمجھ بھی جائے۔ اس میں الفاظ کچھ اور ہوتے ہیں اور ان کا مطلب کچھ اور لیا جاتا ہے۔ جیسے کہا جائے بڑے عقل مند ہو اور مطلب یہ ہو کہ تم سے بڑا بے وقوف اس دنیا میں نہیں ملے گا۔ طنز کی یہ شکل ہمیں مشرقی ادب میں تو ملتی ہے، لیکن مغربی ادب میں کم یاب، بل کہ نایاب ہے۔ طنز کی اس قسم میں مزاح موجود نہیں ہوتا۔

> "بادی النظر میں خود اپنی ذات کو نشانہ تضحیک بنا کر کسی دوسرے پر دکھاوے کے طور پر تضحیک کی بجلی اس طرح گرانا کہ دیکھنے، سننے اور پڑھنے والے آسانی سے سمجھ جائیں کہ چوٹ کس پر کی گئی ہے۔ اس چیز کا نام تعریض تنقیص ہے۔"(۱۶)

جیسے غالب (1797-1869ء) نے ذوق (1790ء۔1854ء) پر تعریض و تنقیص کے تیر چلاتے ہوئے کہا تھا:

> ہوا ہے شہ کا مصاحب، پھرے ہے اتراتا
> وگرنہ شہر میں ، غالب کی ، آبرو کیا ہے؟(۱۷)

تصویری یا لکیری مزاح، یعنی کارٹون:(Cartoon)

Cartoon "لاطینی زبان کے لفظ Charta" سے ماخوذ ہے، جس کے معنی کاغذ کے ہیں۔ بعد میں اس لفظ کو اطالوی زبان میں "Cartoon" کا نام دے دیا گیا، جس کے لغوی معنی رف ڈیزائن یا کچا خاکہ کے ہیں لیکن اصطلاح میں کارٹون اُس ہجو یہ تصویر یا تصویری تحریف کو کہتے ہیں، جس میں مضحکہ خیز انداز میں کسی مخصوص شخص یا چیز کے حلیہ کو مبالغہ آمیز انداز میں مسخ کر کے کچھ اس ڈھب سے پیش کیا جاتا ہے کہ اس میں طنز کی ہلکی سی لہر بھی نمایاں ہونے لگتی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ آثار قدیمہ کی کھدائی کے دوران جو آثار دستیاب ہوئے ہیں، اُن میں سے بیشتر کارٹون نما مضحک آثار ہیں، جو بلاشبہ کارٹون کی ابتدائی شکل کہلائے جا سکتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ آج کی

متمدن زندگی میں جب کوئی فن کار اپنی کسی سخت بات کو مؤثر پیرائے میں بیان کرنا چاہتا ہے تو کارٹون کو ہی ذریعہ اظہار (Medium) بناتا ہے۔ اس لیے ہر اخبار اور رسالے میں ایک آدھ کارٹون ضرور شامل کیا جاتا ہے، تاکہ صبح سویرے قارئین کی خوش طبعی کا سامان کیا جا سکے اور ناقابل برداشت بات ہنسی مذاق میں بیان کر دی جائے۔ گویا کارٹون زندگی کی تلخیوں کو کم کرنے اور روزمرہ زندگی کے خوش پہلوؤں کو گوارا بنانے کی ایک کوشش ہے، جس میں کارٹون نگار چند ادھورے نقوش کی مدد سے ہنسی ہنسی میں بڑی سخت بات کو بیان کر دیتا ہے۔

> "کارٹون دراصل ایک طرح کا تصویری طنز ہوتا ہے، جس میں مقصد کے حصول کے لیے کسی شخص یا چیز کے نمایاں حصے کو بنیاد بنا کر خندہ آور اور بگاڑی ہوئی صورت میں پیش کیا جاتا ہے"۔(۱۸)

کارٹون میں ہنسی مذاق اور تضحیکی پہلوؤں کو آمیخت کیا جاتا ہے، اس لیے کارٹون کو کیری کیچر ہی کی ایک قسم قرار دیا جا سکتا ہے۔ طنز و مزاح کے فنی اسالیب اور اظہار کی متنوع صورتیں اس صنف کی ادبی ساخت، معنوی وسعت اور جمالیاتی تاثیر کو متعین کرنے میں بنیادی کردار ادا کرتی ہیں۔ ظرافت، طربیہ، قولِ محال، بذلہ سنجی، مزاحیہ صورتِ حال، مزاحیہ کردار، فینٹسی، پیروڈی، تقلیبِ خندہ آور، کالا طربیہ، خالص مزاح، لفظی ہیر پھیر، فکاہات، رمز، ستم ظریفی، تعریض و تنقیص اور تصویری طنز جیسی صورتیں اپنے مخصوص فنی طریقۂ اظہار کے ذریعے انسانی نفسیات، معاشرتی رویوں، تہذیبی اقدار، سیاسی و سماجی تضادات اور زندگی کی ناہمواریوں کو مختلف زاویوں سے نمایاں کرتی ہیں۔ ان اسالیب کی معنوی سطح پر بیک وقت ظرافت، تنقید، ابلاغ اور اصلاح کی قوت کارفرما ہوتی ہے، جس کے باعث طنز و مزاح محض ہنسانے یا تفریح فراہم کرنے تک محدود نہیں رہتا بلکہ فرد اور معاشرے کے باطن میں موجود تضادات کو آشکار کرنے، مروجہ رویوں پر سوال اٹھانے اور اجتماعی شعور کو بیدار کرنے کا مؤثر ادبی وسیلہ بن جاتا ہے۔ مشرقی و مغربی ادبی روایتوں میں ان فنی صورتوں کے ارتقا سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ طنز و مزاح اپنی ہیئت اور اسلوب میں تنوع کے باوجود بنیادی طور پر انسانی تجربے، معاشرتی حقیقت اور تہذیبی شعور کی گہری ترجمانی کرتا ہے؛ یہی تنوع اسے ایک مؤثر، ہمہ گیر اور دیرپا ادبی اظہار کی صورت عطا کرتا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ توقیر احمد خان آزادی کے بعد اُردو شاعری میں طنز و مزاح مشمولہ، اُردو ریسرچ جرنل، دہلی، شمارہ نمبر ۸، ۲۰۱۰ء، ص: ۲۴

۲۔ عقیل احمد، ڈاکٹر شیخ پیروڈی میں تضمین نگاری، مشمولہ، پیروڈی: نقد و انتخاب (تنقیدی مقالات)، مرتب، امتیاز وحید، دہلی، قومی کونسل برائے فروغ اُردو زبان، ۲۰۱۳ء، ص: ۱۴۵

۳۔ پریم چند، مضامین پریم چند، مرتب عتیق احمد، کراچی، انجمن ترقی اردو، ۱۹۸۱ء، ص: ۳۵۳

۴۔ حفیظ صدیقی، ابوالاعجاز، کشاف تنقیدی اصطلاحات، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۵ء، ص: ۱۲۰

۵۔ جابر علی سید، تنقید و تحقیق، ملتان، کاروان ادب، ۱۹۸۷ء، ص: ۴۰

۶۔ انور جمال، ادبی اصطلاحات، اسلام آباد، نیشنل بک فاؤنڈیشن، ۲۰۱۵ء، ص: ۵۳۰

۷۔ حفیظ صدیقی، ابوالاعجاز، اصناف ادب، لاہور، سنگت پبلشرز، ۲۰۱۲ء، ص: ۱۱۱

۸۔ اشرف الدین، ڈاکٹر محمد، اصناف شاعری اُردو، دہلی، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، ۲۰۱۴ء، ص:۱۵۸

۹۔ عتیق اللہ، ادبی اصطلاحات کی وضاحتی فرہنگ، دہلی، اُردو مجلس، ۱۹۹۵ء، ص:۳۴۰

۱۰۔ سہیل احمد خان، ڈاکٹر محمد سلیم الرحمن، منتخب ادبی اصطلاحات، لاہور، شعبۂ اُردو جی سی یونیورسٹی، ۲۰۰۵ء، ص:۴۱

۱۱۔ عتیق اللہ، ادبی اصطلاحات کی وضاحتی فرہنگ، ص:۳۲۶

۱۲۔ اشرف کمال، ڈاکٹر، ادبی اصطلاحات، کراچی، بک ٹائم، ۲۰۱۷ء، ص:۳۳۲

۱۳۔ اے ایچ خیال، ڈاکٹر، سائرن، لاہور، مکتبہ القریش، ۱۹۹۰ء، ص:۸

۱۴۔ ایضاً، ص:۷۵

۱۵۔ واصف علی واصف، کرن کرن سورج، لاہور، کاشف پبلشرز، ۱۹۹۹ء، ص:۱۶

۱۶۔ ایضاً، ص:۱۳۱

۱۷۔ شوکت سبزواری، ڈاکٹر نئی پرانی قدریں، کراچی، مکتبہ اسلوب، ۱۹۴۱ء، ص:۹۵

۱۸۔ مہدی حسن، تصویری صحافت، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۹۰ء، ص:۱۷

References in Roman Script:

1. Tauqeer Ahmad Khan, Azadi Ke Baad Urdu Shairi Mein Tanz-o-Mizah, included in Urdu Research Journal, Delhi, Issue No. 8, 2010, p. 24.
2. Aqeel Ahmad, Dr. Sheikh, Parody Mein Tazmeen Nigari, included in Parody: Naqd-o-Intikhab (Tanqeedi Maqalat), edited by Imtiaz Waheed, Delhi: Qaumi Council Baraye Farogh-e-Urdu Zaban, 2013, p. 145.
3. Prem Chand, Mazameen-e-Prem Chand, edited by Ateeq Ahmad, Karachi: Anjuman Taraqqi-e-Urdu, 1981, p. 353.
4. Hafeez Siddiqui, Abul Ijaz, Kashshaf-e-Tanqeedi Istilahat, Islamabad: Muqtadira Qaumi Zaban, 1985, p. 120.
5. Jabir Ali Syed, Tanqeed-o-Tahqeeq, Multan: Karwan-e-Adab, 1987, p. 40.
6. Anwar Jamal, Adabi Istilahat, Islamabad: National Book Foundation, 2015, p. 530.
7. Hafeez Siddiqui, Abul Ijaz, Asnaf-e-Adab, Lahore: Sangat Publishers, 2012, p. 111.
8. Ashrafuddin, Dr. Muhammad, Asnaf-e-Shairi-e-Urdu, Delhi: Educational Publishing House, 2014, p. 158.
9. Ateequllah, Adabi Istilahat Ki Wazahati Farhang, Delhi: Urdu Majlis, 1995, p. 340.
10. Suhail Ahmad Khan, Dr., Muhammad Saleem-ur-Rahman, Muntakhab Adabi Istilahat, Lahore: Shoba-e-Urdu, GC University, 2005, p. 41.
11. Ateequllah, Adabi Istilahat Ki Wazahati Farhang, p. 326.
12. Ashraf Kamal, Dr., Adabi Istilahat, Karachi: Book Time, 2017, p. 332.
13. A. H. Khayal, Dr., Siren, Lahore: Maktaba Al-Quraish, 1990, p. 8.
14. Ibid., p. 75.
15. Wasif Ali Wasif, Kiran Kiran Sooraj, Lahore: Kashif Publishers, 1999, p. 16.
16. Ibid., p. 131.
17. Shaukat Sabzwari, Dr., Nai Purani Qadrain, Karachi: Maktaba Usloob, 1941, p. 95.
18. Mehdi Hasan, Tasveeri Sahafat, Islamabad: Muqtadira Qaumi Zaban, 1990, p. 17.